ماہنامہ

علمیت

لاہور

جون 2026ء

UVAS میں معیاری تدریس و تحقیق ۔۔۔ عالمی رینکنگ میں برتری کا عزم

زیر قیادت

پروفیسر ڈاکٹر مسعود ربانی، وائس چانسلر یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور

پروفیسر ڈاکٹر مسعود ربانی وائس چانسلر (UVAS) کی مصروفیات کی تصویری جھلکیاں

پاکستان میں تعلیمی دنیا کا ترجمان
ماہنامہ
Monthly ILMIAT Lahore

علمیت

لاہور

جلد نمبر 08 | شمارہ نمبر 05 | جون 2026ء

Monthlyilmiat@gmail.com | www.ilmiatonline.com | facebook.com/ilmiat

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر رفاقت علی اکبر

ایڈیٹر: احمد علی عتیق

ڈپٹی ایڈیٹر: پروفیسر محمد شریف

مجلس ادارات

- میاں عمران مسعود
- عباس تابش
- محمد اقبال چاند
- مرزا کاشف
- چوہدری افتخار احمد

قانونی مشیر: مقصود ملک ایڈووکیٹ، لاہور ہائی کورٹ

نمائندگان

- محمد زین العابدین... میانوالی
- مزمل شبیر... بہاولپور
- مظفر اقبال... لودھراں

گرافکس ڈیزائنر: محمد سعید یعقوب

فہرست مضامین

اداریہ	05
امریکہ ایران جنگ کے عالمی تعلیم اثرات	06
بامقصد چھٹیاں: والدین کے لیے عملی رہنمائی	08
پروفیسر ڈاکٹر مسعود ربانی، وائس چانسلر یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور	10
تعلیم میں تنقیدی سوچ کی اہمیت	12

ضرورت نامہ نگاران

تعلیمی میگزین ماہنامہ ''علمیت'' لاہور کیلئے پاکستان بھر کے تمام تحصیل و ضلعی مراکز سے نامہ نگاران کی ضرورت ہے۔ مکمل کوائف کے ساتھ رابطہ کریں۔ احمد علی، مینجنگ ایڈیٹر،
واٹس ایپ نمبر: 0333 4969330
ای میل: monthlyilmiat@gmail.com

برائے رابطہ: عبداللہ سینٹر، فلیٹ نمبر 04، اعوان ٹاؤن، لاہور
0333-4969330
0300-8878410

قیمت فی شمارہ: -/200
زرِ تعاون سالانہ: -/2000

احمد علی پبلشر نے پرنٹر انتخاب جدید پریس سے چھپوا کر 56 لارکس کالونی گرڈ سٹیشن ایکسٹینشن II مغلپورہ روڈ گڑھی شاہو لاہور سے شائع کیا

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ ① جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ ②

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝٥

تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔ ③ جس نے قلم کے ذریعے (علم) سکھایا۔ ④ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ ⑤

(سُورَۃُ العَلَق آیات ۱ تا ۵)

حدیث رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَن سلَكَ طريقًا يلتَمِسُ فيهِ علمًا ، سَهَّلَ اللهُ لَهُ طريقًا إلى الجنَّةِ ،
جو شخص علم کی جستجو میں کسی راہ کا مسافر ہوا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتے ہیں۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

علامہ محمد اقبالؒ

ہمیں اپنی تعلیم کی پالیسی اور پروگرام کو اپنی عوام کے لیے موزوں، اپنی تاریخ وثقافت سے ہم آہنگ اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہے۔

(قائداعظم 27 نومبر 1947 پہلی تعلیمی کانفرنس)

مسلمان کیلئے سب سے بڑا خطرہ اگر کوئی ہے تو یہی کہ وہ خود اسلام کی تعلیم سے ناواقف ہو، خود یہ نہ جانتا ہو کہ قرآن کیا سکھاتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کیا ہدایت دے گئے ہیں۔ اس جہالت کی وجہ سے وہ خود بھی بھٹک سکتا ہے اور دوسرے دجال بھی اس کو بھٹکا سکتے ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

فروغ علم اور تعلیمی سرگرمیوں سے آگاہی کے لئے ماہنامہ علمیت لاہور کے خریدار بنیں

اداریہ

تعلیم کے مقاصد پر از سر نو غور

تعلیمی ترقی اور ہنر مندی ورلڈ بینک کی ایک رپورٹ کے مطابق ،ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے معیار زندگی اور معیار معیشت کے درمیان جو فرق ہے۔وہ دراصل علمی برتری کا فرق ہے۔اس سلسلے میں ایک نیا بیانیہ بھی سامنے آچکا ہے۔ جسے علمی معیشت کا نام دیا گیا ہے۔علم کا ایک معاشی بنیادوں پر مبنی تصور ابھرا ہے۔اب تعلیم اور نئے طرز تعلیم میں فرق کیا ہے۔تعلیم انسانی شخصیت کی جہت تعمیر کا عمل عمل ہے۔تعلیم کا مقصد صرف پیشہ ورانہ مہارت پیدا کرنا نہیں، بلکہ انسان میں تنقیدی شعور پیدا کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ تخلیقی صلاحیتوں کی نشوونما بھی ہے۔تعلیم فرد کو یہ حوصلہ دیتی ہے کہ وہ آزادانہ سوچ پیدا کرے اور منفی تصورات کو ختم کرے۔علمی معیشت کا بیانیہ زیادہ تر معاشی افادیت کے پیمانے پر مبنی ہے۔۔جو علم منافع میں اضافہ کرے اور ملازمت اور روزگار کے مواقع فراہم کرے اور ملکی پیداواری صلاحیت کو بڑھائے۔اس طرح علم صرف معاشی ترقی تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔یہ بلند عمارتوں ،بڑی سڑکوں، پلازوں اور ڈیم صنعتی زون اور ٹیکنالوجی ترقی کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔مگر سوال یہ ہے کہ کیا یہ ترقی اس کا نام ہے۔کیا انسان کی اخلاقی اور فکری آزادی بھی اس میں شامل ہے۔اگر ترقی کے تصور میں انسان کے سماجی اور اخلاقی پہلو کو خارج کر دیا جائے تو یہ صرف اور صرف معاشی تصور بن کر رہ جاتا ہے۔اس صورت میں تعلیم پس پردہ چلی جاتی ہے اور وہ ایک صنعتی ضرورت بن جاتی ہے۔ہماری طرز زندگی اور جدید ٹیکنالوجی پر انحصار کرتی ہے۔جو علم کی تخلیق اور توثیق کا سبب بنتی ہے۔ چنانچہ علم جو اچھی ملازمت زیادہ تنخواہ اور معاشی استحکام دے مفید اور بامعانی قرار دیا جاتا ہے۔اس میں سماجی علوم ثانوی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں۔کیونکہ ان کا تعلق مالی منافع سے نہیں، یوں علم کا معیار بدل جاتا ہے اور تعلیم کی روح بھی متاثر ہوتی ہے۔جدید ٹیکنالوجی فرد پر اثر انداز ہے۔ جہاں وہ دولت ،منافع بنیادی اقدار بن جائیں تو تعلیم بھی تابع ہو جاتی ہے تعلیمی ادارے کارکردگی رینکنگ برانڈ اور معیار کے لحاظ سے پرکھے جاتے ہیں۔طلبہ کو مستقبل کی ذمہ داریوں کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔استاد کا کردار بھی بدل جاتا ہے۔وہ محقق معلومات اور نتائج دیتا ہے۔تعلیمی ادارے سماجی اور اخلاقی مراکز کے بجائے ایسے مراکز کی حیثیت اختیار کر جاتے ہیں جہاں ہنر مند افراد تیار کیے جاتے ہیں۔ایسی صورت میں تنقیدی تصور محدود ہو جاتا ہے۔بچوں کے بھاری بستے ،مسابقت، امتحانات اور ٹیوشن سینٹرز کی کثرت اس بات کا ثبوت ہے کہ تعلیم ایک تعلیم ایک میں ایک دوڑ لگی ہوئی ہے۔طلبہ صبح کو سکولوں اور اور کالجوں اور شام کو کوچنگ سینٹروں میں جاتے ہیں۔کھیل ،مباحثے ادبی سرگرمیاں اور سماجی ملن جو کبھی تعلیم کا حصہ تھے۔اب ثانوی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔اس کے نتیجے میں شخصیت کی ہمہ پہلو تربیت متاثر ہوئی ہے۔تعلیم جو کبھی علمی ،فکری ،جسمانی ،روحانی اور اخلاقی پہلوؤں کی ترقی کا ذریعہ تھی اب زیادہ تر امتحان میں نمبر لینے اور پیشاورانہ مہارت تک محدود ہو چکی ہے۔ٹیکنالوجی پر مبنی علم طلبہ کو ماہر بناتا ہے، مگر ان کو سمت کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔وہ معاشی مشین بن جاتے ہیں۔جس کا مقصد وہ نہیں جانتے۔اگر ہم حقیقی سماجی زندگی کی تبدیلی چاہتے ہیں تو ہمیں تعلیم کے مقاصد پر از سر نو غور کرنا ہوگا۔تعلیم تو صرف معاشی اور صنعتی ضرورت نہیں بنانا چاہیے۔ اساتذہ کو طلبہ میں تنقیدی شعور پیدا کرنا ہوگا۔تاکہ طلبہ میں سوال کرنے اور سوچنے کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔سماجی علوم کو دوبارہ اہمیت دینی ہوگی۔کیونکہ یہ یہ مضامین معاشرے کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔تعلیم کو معاشرتی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہوگا۔مگر اسے معیشت کا تابع نہ بنایا جائے۔تعلیم کا مقصد ایسے انسان کی تعمیر ہے۔جو تنقیدی شعور اور اخلاقی ذمہ داری رکھتا ہو،اگر ترقی کے تصور میں انسانی وقار کی حیثیت نہیں نہ دی جائے تو ترقی کا دعوی غلط ہوگا۔

پروفیسر ڈاکٹر رفاقت علی اکبر

امریکہ ایران جنگ کے عالمی تعلیم اثرات

تحریر پروفیسر ملک محمد شریف

جنگیں ہمیشہ اپنے ساتھ ایسے تباہ کن اثرات لاتی رہی ہیں جو میدان جنگ سے بہت آگے تک پھیل جاتے ہیں۔ سن 2026 میں امریکہ، اسرائیل اور ایران کے درمیان شروع ہونے والا تنازع جس کا آغاز 28 فروری کو مشترکہ امریکی۔ اسرائیلی فضائی حملوں نے پوری دنیا کو سیاسی، معاشی اور سماجی طور پر ہلا کر رکھ دیا۔ تاہم اس جنگ کا ایک ایسا پہلو بھی ہے جس پر نسبتاً کم گفتگو ہوئی، لیکن اس کے اثرات شاید سب سے زیادہ دیرپا ثابت ہوں گے، اور وہ ہے تعلیم کا بحران۔ تہران کی بمباری زدہ جامعات سے لے کر کراچی کے بند اسکولوں تک، اس جنگ نے تعلیم کو خود ایک "متاثرہ فریق" بنا دیا ہے۔ اس تنازع نے نہ صرف جنگ زدہ ممالک بلکہ پورے مشرق وسطیٰ، جنوبی ایشیا اور دنیا کے دیگر کمزور خطوں میں اسکولوں، جامعات، تحقیقی اداروں، بین الاقوامی طلبہ کی نقل و حرکت اور تعلیمی بجٹ کو شدید متاثر کیا ہے۔ آج کی باہم جڑی ہوئی دنیا میں جنگیں صرف سرحدوں تک محدود نہیں رہتیں بلکہ ان کے اثرات معیشت، ٹیکنالوجی، ہجرت اور عوامی خدمات خصوصاً تعلیم تک پھیل جاتے ہیں۔

ایران کا تعلیمی نظام براہِ راست نشانے پر

اس تنازع میں سب سے زیادہ تعلیمی نقصان ایران نے اٹھایا ہے۔ امریکی۔ اسرائیلی حملوں کے آغاز سے اب تک درجنوں ایرانی جامعات، اسکولوں اور تحقیقی مراکز کو نقصان پہنچنے یا تباہ ہونے کی اطلاعات سامنے آ چکی ہیں۔ ان حملوں میں سب سے نمایاں تہران کی معروف "شریف یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی" پر فضائی حملہ تھا، جہاں تحقیقی عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن گئیں۔

اسی طرح "ایران یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی" سمیت کئی اہم تعلیمی مراکز کو شدید نقصان پہنچا۔ ایرانی حکام نے ان حملوں کو صرف عمارتوں پر حملہ نہیں بلکہ ایران کے علمی مستقبل اور قومی شناخت پر حملہ قرار دیا۔ جامعات کسی بھی قوم کے علمی سرمایہ، سائنسی ترقی اور قومی تعمیر کا مرکز ہوتی ہیں۔ لیبارٹریاں، لائبریریاں، تحقیقی ریکارڈ اور علمی روایات چند دنوں میں دوبارہ تعمیر نہیں کی جا سکتیں۔ طلبہ اور اساتذہ کو محفوظ رکھنے کے لیے متعدد ایرانی جامعات نے ابتدا میں آن لائن تعلیم شروع کی، لیکن بعد ازاں کئی ادارے مکمل طور پر بند کر دیے گئے۔ انٹرنیٹ کی بندش اور مواصلاتی مسائل نے آن لائن تعلیم کو بھی شدید متاثر کیا، جس کے باعث طلبہ عالمی تعلیمی رابطوں اور علمی وسائل سے محروم ہو گئے۔ اس صورتحال کے نفسیاتی اثرات بھی گہرے ہیں۔ بمباری، خوف اور غیر یقینی حالات میں زندگی گزارنے والے طلبہ ذہنی دباؤ اور صدمے کا شکار ہیں، جس کے اثرات ایک پوری نسل کی تعلیمی اور جذباتی زندگی پر پڑ سکتے ہیں۔

مشرقِ وسطیٰ میں تعلیمی بحران

یہ تعلیمی تباہی صرف ایران تک محدود نہیں رہی۔ پورا مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ (MENA) شدید عدم استحکام کا شکار ہو چکا ہے۔ قطر، بحرین، لبنان اور متحدہ عرب امارات جیسے ممالک، جہاں عالمی جامعات کے کیمپس قائم ہیں، وہاں بھی تعلیمی سرگرمیاں متاثر ہوئیں۔ کئی جامعات نے طلبہ کو ہاسٹلز سے منتقل کیا، کلاسز معطل کیں یا مکمل آن لائن نظام اختیار کیا۔ خلیجی ممالک گزشتہ چند برسوں میں بین الاقوامی تعلیم کا اہم مرکز بن چکے تھے، مگر اس جنگ نے اس ترقی کو شدید دھچکا پہنچایا۔ پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش جیسے ممالک

کے والدین اب اپنے بچوں کو مشرقِ وسطیٰ بھیجنے سے ہچکچا رہے ہیں۔ غزہ کی صورتحال نے اس بحران کو مزید سنگین بنا دیا ہے۔ فلسطینی علاقوں میں سینکڑوں اسکول، جامعات، لائبریریاں اور ثقافتی مراکز تباہ ہو چکے ہیں، جس کے نتیجے میں کئی نسلیں مسلسل تعلیمی نقصان کا شکار ہو رہی ہیں۔

بین الاقوامی تعلیم اور علمی تبادلوں میں رکاوٹ

ایران، امریکہ تنازع نے عالمی تعلیمی نظام کو بھی متاثر کیا ہے۔ ہزاروں بین الاقوامی طلبہ نے بیرونِ ملک تعلیم کے منصوبوں پر نظرِ ثانی شروع کر دی ہے۔ سکیورٹی خدشات، ویزا پابندیاں، سفری مسائل اور معاشی عدم استحکام نے عالمی تعلیمی نقل و حرکت کو کمزور کیا ہے۔ عالمی تحقیقی کانفرنسیں، تعلیمی تبادلہ پروگرام اور مشترکہ سائنسی منصوبے یا تو منسوخ ہو گئے یا آن لائن منتقل کر دیے گئے۔ جنگ اور پابندیوں نے علمی آزادی، تحقیق اور سائنسی تعاون کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔

عالمی معیشت اور تعلیم پر دباؤ

اس جنگ کا ایک بڑا اثر توانائی کی قیمتوں میں اضافہ ہے۔ آبنائے ہرمز میں کشیدگی کے باعث عالمی تیل کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا، جس سے پوری دنیا میں مہنگائی بڑھی۔ جب حکومتیں دفاع اور معاشی بحران سے نمٹنے پر زیادہ اخراجات کرتی ہیں تو تعلیم اکثر ترجیحات کی فہرست میں پیچھے چلی جاتی ہے۔ ایندھن کی قیمتوں میں اضافے نے ٹرانسپورٹ، اسکول فیس، یونیورسٹی اخراجات اور تعلیمی سامان کو مہنگا کر دیا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں اس کے اثرات زیادہ شدید ہیں، جہاں پہلے ہی تعلیمی بجٹ محدود ہوتے ہیں۔ نتیجتاً اسکالرشپس میں کمی، تعلیمی منصوبوں میں تاخیر، اور تعلیمی معیار میں گراوٹ دیکھنے میں آ رہی ہے۔

پاکستان: کسی اور کی جنگ، مگر تعلیم متاثر

جنگی خطے سے باہر پاکستان ان ممالک میں شامل ہے جہاں اس تنازع کے تعلیمی اثرات سب سے زیادہ محسوس کیے گئے۔ پاکستان پہلے ہی مہنگائی، قرضوں اور کمزور تعلیمی ڈھانچے کا شکار تھا، اور جنگ نے اس بحران کو مزید بڑھا دیا۔ تیل کی عالمی قیمتوں میں اضافے کے بعد پاکستان میں ٹرانسپورٹ اور بجلی کے اخراجات میں شدید اضافہ ہوا۔ حکومت نے ہنگامی اقدامات کے تحت کئی اسکول بند کیے، دفاتر کے اوقات محدود کیے اور جامعات کو آن لائن نظام پر منتقل کیا۔ لاکھوں پاکستانی خاندانوں کے لیے تعلیم ایک بڑا معاشی بوجھ بن گئی۔ اسکول وین کے کرائے، یونیفارم، کتابیں اور اسٹیشنری عام آدمی کی پہنچ سے دور ہونے لگے۔ متوسط طبقے کے بہت سے والدین اپنے بچوں کو نجی اسکولوں سے نکال کر سرکاری اداروں میں منتقل کرنے یا مکمل طور پر تعلیم ترک کروانے پر مجبور ہو گئے۔ خاص طور پر لڑکیوں کی تعلیم کو شدید خطرات لاحق ہیں، کیونکہ معاشی بحران کے دوران عموماً سب سے پہلے بچیوں کی تعلیم متاثر ہوتی ہے۔

ڈیجیٹل تعلیم اور بڑھتی ہوئی عدم مساوات

جنگ نے یہ حقیقت بھی واضح کی کہ آن لائن تعلیم ہر طالب علم کے لیے یکساں طور پر قابلِ رسائی نہیں۔ ایران، پاکستان اور دیگر متاثرہ خطوں میں لاکھوں طلبہ کے پاس نہ مناسب انٹرنیٹ موجود تھا، نہ کمپیوٹر اور نہ ہی بجلی کی مستقل سہولت۔ انٹرنیٹ بندشوں اور تکنیکی مسائل نے آن لائن تعلیم کو محدود کر دیا، جس سے امیر اور غریب طلبہ کے درمیان تعلیمی فرق مزید بڑھ گیا۔ جنگ سے حاصل ہونے والے تعلیمی اسباق اس تباہی کے باوجود یہ جنگ دنیا کو کئی اہم تعلیمی اسباق بھی دے رہی ہے: امن اور برداشت کی تعلیم کی ضرورت، سفارتی حل اور مذاکرات کی اہمیت، عالمی شہریت اور بین الثقافتی ہم آہنگی، میڈیا لٹریسی اور جھوٹی خبروں سے آگاہی، تاریخ اور عالمی سیاست کے بہتر فہم کی ضرورت۔ دنیا بھر کے ماہرینِ تعلیم اس تنازع کو ایک "تعلیمی لمحہ" قرار دے رہے ہیں، جس کے ذریعے طلبہ کو جنگ، سیاست، معیشت اور انسانی حقوق کے بارے میں آگاہ کیا جا سکتا ہے۔

طویل المدتی نتائج: خطرے میں ایک پوری نسل

ایران، امریکہ جنگ کے تعلیمی اثرات کئی دہائیوں تک محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ تباہ شدہ جامعات، منقطع تعلیمی سلسلے، کمزور تحقیق اور معاشی بحران نے لاکھوں نوجوانوں کے مستقبل کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ ایران کے لیے یہ سائنسی اور تعلیمی ترقی پر ایک بڑا دھچکا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ کے لیے یہ خطے کو عالمی تعلیمی مرکز بنانے کی کوششوں کو کمزور کر سکتا ہے۔ پاکستان جیسے ممالک میں یہ بحران لاکھوں بچوں، خصوصاً لڑکیوں، کو مستقل طور پر نظامِ تعلیم سے باہر دھکیل سکتا ہے۔ تحقیقی مطالعات سے ثابت ہے کہ تعلیمی تعطل صرف وقتی مسئلہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے اثرات زندگی بھر آمدنی، صحت، معاشرتی ترقی اور قومی استحکام پر پڑتے ہیں۔ نتیجہ سن 2026 کی ایران، امریکہ، اسرائیل جنگ نے ثابت کر دیا ہے کہ جدید جنگیں صرف میدانِ جنگ تک محدود نہیں رہتیں۔ ان کے اثرات اسکولوں، جامعات، لیبارٹریوں اور گھروں تک پہنچتے ہیں۔ تعلیم جو معاشی ترقی، سماجی استحکام اور انسانی ترقی کی بنیاد ہے جنگ کی خاموش ترین مگر سب سے بڑی متاثرہ بن جاتی ہے۔ ہر بند ہونے والا اسکول، ہر تباہ ہونے والی لیبارٹری، ہر وہ طالب علم جو ٹرانسپورٹ یا فیس برداشت نہ کر سکے، اور ہر ضائع ہونے والا تعلیمی سال دراصل پوری انسانیت کا نقصان ہے۔ لہٰذا امن صرف ایک سیاسی ضرورت نہیں بلکہ ایک تعلیمی سرمایہ کاری بھی ہے۔ دنیا کے لاکھوں بچوں کا مستقبل اس بات پر منحصر ہے کہ عالمی طاقتیں تباہی کے بجائے سفارت کاری اور جنگ کے بجائے امن کا راستہ اختیار کریں۔ کلاس روم زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتا لیکن دنیا نے ایک بار پھر اسے انتظار پر مجبور کر دیا ہے۔

بامقصد چھٹیاں: والدین کے لیے عملی رہنمائی

چھٹیاں صرف آرام نہیں، تربیت کا موقع بھی ہیں

تحریر مالک خان سیال

گرما کی چھٹیاں بچوں کے لیے خوشی، آرام، کھیل اور آزادی کا پیغام لے کر آتی ہیں۔ سال بھر اسکول، ہوم ورک، ٹیسٹ اور امتحانات کے بعد بچہ فطری طور پر کچھ دن سکون اور تفریح چاہتا ہے۔ یہ ضرورت درست بھی ہے اور بچے کی ذہنی تازگی کے لیے ضروری بھی، لیکن اگر چھٹیاں مکمل طور پر بے ترتیبی، دیر تک سونے، موبائل کے زیادہ استعمال اور پڑھائی سے مکمل دوری میں گزر جائیں تو یہ وقت بچے کی شخصیت پر منفی اثر ڈال سکتا ہے۔ والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ چھٹیوں کو صرف اسکول سے فراغت کا زمانہ نہ سمجھیں، بلکہ اسے بچے کی تعلیم، تربیت، اخلاق، عادات اور شخصیت سازی کا قیمتی موقع سمجھیں۔ چھٹیوں میں وہ کام آسانی سے کیے جا سکتے ہیں جن کے لیے عام تعلیمی دنوں میں وقت کم ملتا ہے۔ بچے کو آرام بھی ملے اور مثبت مصروفیت بھی کھیل بھی ہو اور سیکھنے کا عمل بھی جاری رہے تفریح بھی ہو اور تربیت بھی ہو آزادی بھی ہو مگر حدود کے ساتھ روزانہ تھوڑا کام ہو مگر مستقل مزاجی کے ساتھ بامقصد چھٹیوں کا اصل مطلب بامقصد چھٹیوں کا مطلب یہ نہیں کہ بچے کو ہر وقت کتابوں، کاپیوں اور ہوم ورک میں مصروف رکھا جائے۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ بچے کو مکمل آزادی دے دی جائے کہ وہ جب چاہے سوئے، جب چاہے اٹھے، جتنا چاہے موبائل استعمال کرے اور دن بھر بے مقصد وقت گزارے۔ بامقصد چھٹیوں کا مطلب ایک متوازن معمول ہے جس میں آرام، کھیل، مطالعہ، دینی تربیت، اخلاقی عادات، گھریلو ذمہ داری اور تخلیقی سرگرمیاں مناسب انداز میں شامل ہوں۔ بچے پر زیادہ بوجھ ڈالنے سے وہ پڑھائی سے بیزار ہو جاتا ہے، جبکہ مکمل آزادی اسے غیر منظم بنا دیتی ہے۔ اس لیے والدین کو درمیانی راستہ اختیار کرنا چاہیے، جہاں بچہ خوشی کے ساتھ سیکھے اور بغیر دباؤ کے اچھی عادات اپنائے۔ روزانہ بہت زیادہ کام کے بجائے تھوڑا مگر مستقل کام، سختی کے بجائے محبت، رہنمائی اور حوصلہ افزائی صرف نمبروں کے بجائے کردار، عادات اور شخصیت پر توجہ موبائل کے بجائے کتاب، کھیل، گفتگو اور تخلیقی سرگرمیاں بچے کی عمر، جماعت اور صلاحیت کے مطابق منصوبہ بندی۔

گھر کو سیکھنے کا مرکز بنائیں

بچے کی تربیت صرف اسکول کی ذمہ داری نہیں، بلکہ گھر اس کی پہلی درس گاہ ہے۔ چھٹیوں میں گھر کا ماحول بچے کی شخصیت پر خاص اثر ڈالتا ہے۔ اگر گھر میں وقت کی پابندی، مطالعہ، نماز، صفائی، احترام، نرم گفتگو اور ذمہ داری کا ماحول ہو تو بچہ بھی آہستہ آہستہ انہی عادات کو اپنانے لگتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ بچے کے سامنے صرف نصیحت نہ کریں بلکہ عملی نمونہ بھی بنیں۔ اگر والدین خود موبائل کا غیر ضروری استعمال کم کریں، کتاب پڑھیں، وقت پر کام کریں، نماز کا اہتمام کریں اور گھر میں مثبت گفتگو کریں تو بچے پر اس کا اثر زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ گھر میں مطالعے کے لیے ایک پرسکون جگہ بنائیں بچے کے لیے روزانہ ایک مختصر تعلیمی وقت مقرر کریں گھر کے چھوٹے کاموں میں بچے کو شامل کریں صفائی، ترتیب اور ذمہ داری کی مشق کروائیں بچے کے سامنے مثبت عملی نمونہ پیش کریں۔

روزانہ معمول کی سادہ ترتیب

چھٹیوں میں بچے کا معمول بہت سخت نہیں ہونا چاہیے، لیکن بالکل بے ترتیب بھی نہیں ہونا چاہیے۔ ایک آسان روزانہ ترتیب بچے کو نظم و ضبط سکھاتی ہے۔ اس ترتیب میں نیند، کھانا، کھیل، مطالعہ، دینی تربیت، گھر کا کام اور تفریح سب کے لیے مناسب وقت رکھا جا سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر گھر کا معمول ایک جیسا ہو۔

والدین اپنے حالات، بچے کی عمر، موسم، گھر کے ماحول اور دستیاب وقت کے مطابق اس میں تبدیلی کر سکتے ہیں۔ اصل مقصد یہ ہے کہ بچے کے دن میں سیکھنے، کھیلنے، آرام کرنے اور گھر والوں کے ساتھ وقت گزارنے کی مناسب جگہ موجود ہو۔ صبح اٹھنے کا مناسب وقت مقرر کریں روزانہ چند منٹ قرآن پاک، دعا یا دینی سبق کے لیے رکھیں مختصر مطالعہ یا لکھائی کی مشق کروائیں جسمانی کھیل یا ہلکی پھلکی سرگرمی شامل کریں رات کو سونے سے پہلے دن کا مختصر جائزہ لیں تعلیمی کمزوریوں پر نرمی سے کام کریں چھٹیاں بچے کی تعلیمی کمزوریوں کو بہتر کرنے کا اچھا

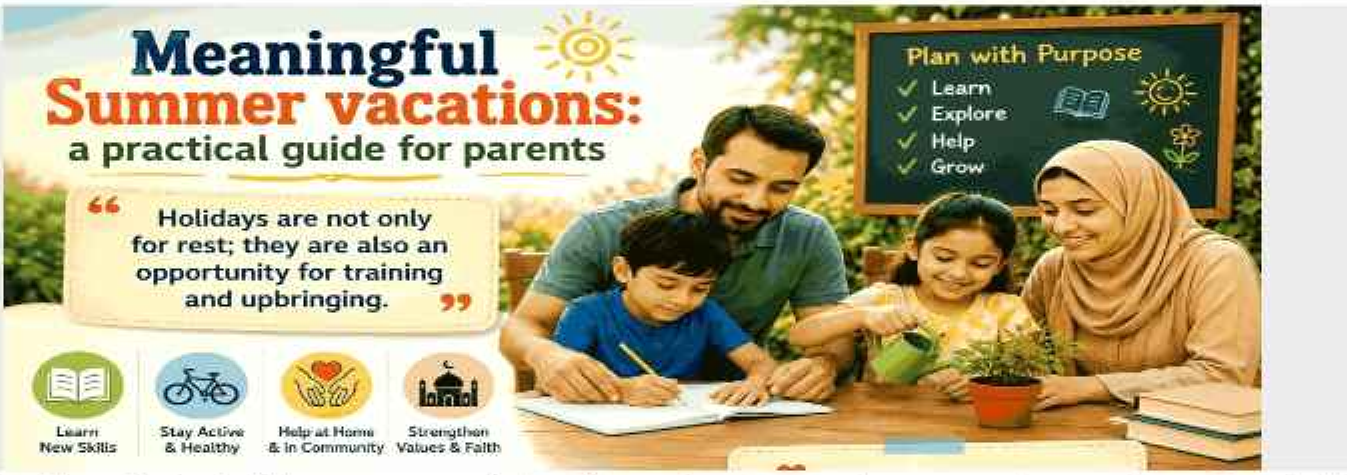

موقع ہیں، مگر یہ کام سختی یا دباؤ سے نہیں ہونا چاہیے۔ اگر بچہ پڑھنے میں کمزور ہے تو اسے روزانہ تھوڑا سا پڑھنے کی مشق دیں۔ اگر لکھائی کمزور ہے تو روزانہ چند جملے خوش خط لکھوائیں۔ اگر حساب میں مشکل ہے تو کھیل کھیل میں جمع، تفریق، ضرب یا تقسیم کی مشق کروائیں۔ والدین کو یاد رکھنا چاہیے کہ بچہ آہستہ آہستہ سیکھتا ہے۔ مسلسل ڈانٹ، موازنہ اور تنقید اس کے اعتماد کو کم کرتی ہے، جبکہ محبت، تعریف اور حوصلہ افزائی اسے آگے بڑھنے کی طاقت دیتی ہے۔ کمزور مضمون کی روزانہ مختصر مشق کروائیں مشکل کام کو چھوٹے حصوں میں تقسیم کریں بچے کی کوشش کو نتیجے سے زیادہ اہمیت دیں غلطی پر ڈانٹنے کے بجائے دوبارہ سمجھائیں ہر چھوٹی کامیابی پر حوصلہ افزائی کریں دینی اور اخلاقی تربیت کو معمول کا حصہ بنائیں چھٹیاں دینی اور اخلاقی تربیت کے لیے بھی بہت اہم موقع ہیں۔ عام دنوں میں اسکول، ہوم ورک اور مصروفیات کی وجہ سے والدین کو بچوں کے ساتھ زیادہ وقت نہیں ملتا۔ چھٹیوں میں بچے کو نماز، قرآن پاک کی تلاوت، دعائیں، سچ بولنا، بڑوں کا ادب، چھوٹوں سے محبت، صفائی، امانت داری اور شکر گزاری جیسی خوبیاں عملی انداز میں سکھائی جا سکتی ہیں۔ بچے لمبی نصیحتوں سے کم اور عملی مثالوں سے زیادہ سیکھتے ہیں۔

اس لیے والدین کو چاہیے کہ وہ خود بھی ان عادات کو اپنائیں جن کی توقع وہ بچے سے رکھتے ہیں۔ نماز کی عادت محبت اور نرمی سے ڈالیں روزانہ مختصر تلاوت یا دعا یاد کروائیں بڑوں کا احترام اور نرم گفتگو سکھائیں سچ بولنے اور وعدہ پورا کرنے کی اہمیت سمجھائیں۔ گھر میں شکر گزاری، خدمت اور تعاون کا ماحول بنائیں

موبائل اور اسکرین ٹائم کی حدود

آج کے دور میں موبائل، ٹی وی اور گیمز بچوں کی چھٹیوں کا بڑا حصہ بن جاتے ہیں۔ اگر ان کا استعمال حدود کے بغیر ہو تو بچے کی صحت، نیند، نظر، مزاج، توجہ اور مطالعے کی عادت متاثر ہو سکتی ہے۔ اس لیے والدین کو چاہیے کہ موبائل کے استعمال کے لیے واضح وقت، مقصد اور حدود مقرر کریں۔ مکمل پابندی ہمیشہ مؤثر نہیں ہوتی، لیکن بے لگام آزادی بھی نقصان دہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ والدین بچے کو مفید متبادل سرگرمیاں دیں، جیسے کتاب، ڈرائنگ، کہانی، گھر کا چھوٹا کام، پودوں کی دیکھ بھال، تعلیمی کھیل یا والدین کے ساتھ گفتگو۔ موبائل کے لیے روزانہ محدود وقت مقرر کریں کھانے، سونے اور مطالعے کے وقت موبائل نہ دیں بچے کو اکیلے غیر نگرانی میں موبائل استعمال نہ کرنے دیں تعلیمی اور مفید مواد کو ترجیح دیں موبائل کے متبادل کے طور پر مثبت سرگرمیاں دیں بچے کا موازنہ نہیں، حوصلہ افزائی کریں ہر بچہ اپنی رفتار سے سیکھتا ہے۔ کسی بچے کی پڑھائی اچھی ہوتی ہے، کسی کی لکھائی، کسی کی گفتگو، کسی کی ڈرائنگ، کسی کا کھیل اور کسی کا مشاہدہ مضبوط ہوتا ہے۔ اس لیے بچے کا موازنہ دوسرے بچوں سے کرنا مناسب نہیں۔ موازنہ بچے کے دل میں احساسِ کمتری پیدا کر سکتا ہے، جبکہ حوصلہ افزائی اس کے اندر اعتماد پیدا کرتی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ بچے کی چھوٹی کامیابی کو بھی اہم سمجھیں۔ اگر بچہ ایک صفحہ پڑھتا ہے، وقت پر اٹھتا ہے، چیزیں ترتیب سے رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے، صاف لکھتا ہے یا گھر کے کام میں مدد کرتا ہے تو اسے ضرور سراہیں۔ بچے کا دوسرے بچوں سے موازنہ نہ کریں اس کی اپنی بہتری کو اہمیت دیں کوشش پر تعریف کریں، صرف نتیجے پر نہیں غلطی پر شرمندہ کرنے کے بجائے رہنمائی کریں حوصلہ افزا جملے بچے کے اعتماد کو مضبوط بناتے ہیں۔

ہفتہ وار خاندانی تعلیمی نشست

چھٹیوں میں ہفتے میں ایک دن گھر میں مختصر خاندانی تعلیمی نشست رکھی جا سکتی ہے۔ اس نشست میں والدین اور بچے مل بیٹھیں اور پورے ہفتے کا جائزہ لیں۔ بچے سے محبت سے پوچھیں کہ اس نے کیا سیکھا، کون سا کام مشکل لگا، کون سی عادت بہتر ہوئی اور اگلے ہفتے وہ کیا بہتر کرنا چاہتا ہے۔ یہ نشست لمبی نہ ہو۔ بیس سے تیس منٹ کافی ہیں۔ اس میں ڈانٹ، شکایت اور تنقید کا ماحول نہ ہو بلکہ محبت، رہنمائی اور حوصلہ افزائی کا انداز ہو۔ جب بچہ محسوس کرتا ہے کہ والدین اس کی بات سن رہے ہیں تو وہ زیادہ اعتماد اور ذمہ داری کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ اس ہفتے تم نے کیا نیا سیکھا؟ کون سا کام تمہیں مشکل لگا؟ اگلے ہفتے تم کس عادت کو بہتر بنانا چاہتے ہو؟ ہم تمہاری کس کام میں مدد کر سکتے ہیں؟ تمہیں اس ہفتے اپنی کون سی بات اچھی لگی؟ 15 روزہ عملی منصوبہ کیوں ضروری ہے؟ والدین چاہیں تو چھٹیوں کے آغاز میں 15 روزہ مختصر عملی منصوبہ بنا سکتے ہیں۔ یہ منصوبہ بچے کی عمر، جماعت اور صلاحیت کے مطابق تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ منصوبے کا مقصد بچے کو تھکانا نہیں بلکہ اس کے دن میں تربیت، تعلیم، کھیل، ذمہ داری اور خوشی کو ترتیب دینا ہے۔ 15 روزہ منصوبہ بچے کو یہ احساس دلاتا ہے کہ چھٹیاں بھی زندگی کا قیمتی وقت ہیں۔ اس طرح بچہ بے ترتیب وقت گزارنے کے بجائے چھوٹے چھوٹے اہداف کے ذریعے بہتر عادات اپنانا شروع کرتا ہے۔ پہلے پانچ دن معمول بنانے پر توجہ دیں اگلے پانچ دن مطالعہ، لکھائی اور دینی تربیت شامل کریں آخری پانچ دن خود جائزہ، اصلاح اور حوصلہ افزائی کے لیے رکھیں ہر دن بہت زیادہ کام نہ دیں بچے کو منصوبے میں شامل کریں تاکہ وہ خود بھی دلچسپی لے والدین کے لیے چند اہم اصول چھٹیوں کو بامقصد بنانے میں والدین کا رویہ سب سے اہم ہے۔ اگر والدین ہر وقت ڈانٹتے رہیں، بچے کو دوسروں سے ملاتے رہیں یا اس پر بہت زیادہ کام ڈال دیں تو بچہ چھٹیوں کو بوجھ سمجھنے لگتا ہے۔ اس کے برعکس اگر والدین محبت، حکمت اور مستقل مزاجی سے رہنمائی کریں تو بچہ خوشی کے ساتھ سیکھتا ہے۔ بچے کو ایک ہی دن میں بہت زیادہ کام نہ دیں۔ روزانہ تھوڑا مگر مستقل کام زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ بچے کی عمر، جماعت، مزاج اور صلاحیت کو سامنے رکھیں۔ چھوٹے بچے کے لیے کہانی، رنگ، زبانی مشق اور کھیل زیادہ مناسب ہیں، جبکہ بڑے بچے کے لیے مطالعہ، تحریر، منصوبہ بندی، تحقیق اور ذمہ داری زیادہ مفید ہے۔ بچے پر غیر ضروری دباؤ نہ ڈالیں ایک دن کا بہت زیادہ کام دینے کے بجائے روزانہ تھوڑا کام دیں بچے کی عمر اور صلاحیت کے مطابق سرگرمیاں منتخب کریں بچے کی بات سنیں اور اسے اظہار کا موقع دیں نصیحت کم، عملی نمونہ زیادہ پیش کریں۔

علمی شہرت یافتہ سائنسدان ایمیریٹس پروفیسر ڈاکٹر مسعود ربانی، وائس چانسلر یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور

معروف سائنس دان پروفیسر ڈاکٹر مسعود ربانی کو وائس چانسلر یونیورسٹی آف اینیمل اینڈ ویٹرنری سائنسز تعینات ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ اس خبر کا تعلیمی حلقوں میں بڑی مسرت کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا ہے۔ وائس چانسلر کے عہدے کا چارج سنبھالنے کے بعد پروفیسر ڈاکٹر مسعود ربانی نے کہا کہ ویٹرنری یونیورسٹی کے معیار تعلیم اور اپلائیڈ ریسرچ کو فروغ دینا، لائیوسٹاک پولٹری ڈیری میٹ اور فارماسوٹیکل صنعتوں کے ساتھ تعاون کو بڑھانا، طلبہ اور اساتذہ کی کپیسٹی بلڈنگ کے لیے قومی و بین الاقوامی تعلیمی اداروں کے ساتھ تعلیمی و تحقیقی اشتراک کو بڑھانا، انٹر پرینیورشپ، بیماریوں کی تشخیص اور علاج کی سروسز کو مزید بہتر بنانا، یونیورسٹی آمدنی کو بڑھانا اور اخراجات کو کم کرنا اور سمارٹ لائیوسٹاک فارمنگ کے ذریعے دودھ اور گوشت کی پیداوار میں اضافے کے ساتھ ساتھ مویشی پال کسانوں کے جانوروں/مویشیوں کو طبی و تشخیصی سہولیات مہیا کر کے اُن کو معاشی طور پر خوشحال کرنا ان کی اولین ترجیحات میں شامل ہیں۔ قبل ازیں پروفیسر ڈاکٹر مسعود ربانی ویٹرنری یونیورسٹی لاہور میں بطور ایمرائٹس پروفیسر کام کر رہے تھے۔ پروفیسر ربانی پاکستان ویٹرنری میڈیکل کونسل (پی وی ایم سی) کے صدر/کنوینئر کے عہدے پر بھی فائز رہے ہیں، اس کے علاوہ وہ ویٹرنری یونیورسٹی کے نگران وائس چانسلر، پرو وائس چانسلر اور ڈین فیکلٹی آف ویٹرنری سائنس کے عہدوں پر بھی اپنی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ پروفیسر مسعود ربانی تعلیمی و انتظامی اُمور میں چالیس سال کا وسیع تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ انہوں نے 1997 میں زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے مائکروبیالوجی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اُن کی اعلیٰ خدمات کے اعتراف میں 2005

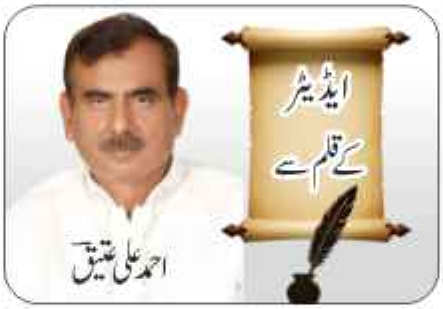

میں صدارتی ایوارڈ اعزاز فضیلت سے بھی نوازا گیا جبکہ 2008 میں ڈیوڈ گیفن سکول آف میڈیسن یونیورسٹی آف کیلیفورنیا لوس اینجلس سے فیلو شپ حاصل کی۔ 14,2013 میں ہائیر ایجوکیشن کمیشن کی طرف سے بیسٹ ٹیچر کا ایوارڈ بھی حاصل کر چکے ہیں۔ اس وقت پروفیسر ڈاکٹر مسعود ربانی ہائیر ایجوکیشن کمیشن کے طرف سے منظور شدہ پی ایچ ڈی سپروائزر ہیں اور اب تک 100 سے زائد پی ایچ ڈی اور ایم فل سکالرز کو سپروائز بھی کر چکے ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر مسعود ربانی 200 سے زائد تحقیقی مقالے اور بہت سی کتابیں لکھ چکے ہیں، اس کے علاوہ فوڈ سیفٹی اینڈ سکیورٹی کے شعبوں میں، پنجاب میں جانوروں، مویشیوں اور مرغیوں میں پائی جانے والی بیماریوں کی تشخیص کے حوالے سے اپنی خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ 2010 میں اُن کی ڈائریکٹرشپ کے دوران ویٹرنری یونیورسٹی کی ڈائگنوسٹک لیبارٹری کو بین الاقوامی آئی ایس او سرٹیفیکیشن سے منظور شدہ لیبارٹری کا درجہ بھی ملا تھا۔

یونیورسٹی آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز لاہور 137 سالہ شاندار تعلیمی اور پیشہ ورانہ خدمات کی تاریخ رکھتی ہے اور آج پاکستان کی سرفہرست دس جامعات میں شمار ہوتی ہے۔ اس ادارے کا آغاز 1882ء میں ایک اسکول کے طور پر ہوا تھا، جسے بعد ازاں انیسویں صدی کے اختتام تک ایک کالج کی حیثیت دے دی گئی۔ ملک کی معیشت میں لائیوسٹاک اور پولٹری کے شعبوں کی اہمیت، نیز ویٹرنری اور حیوانی علوم سمیت متعلقہ شعبوں میں تربیت یافتہ افرادی قوت اور

تحقیقی سرگرمیوں کی بڑھتی ہوئی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس تاریخی ادارے کو 2002ء میں جامعہ کا درجہ دیا گیا۔ یو وی اے ایس میں پانچ فیکلٹیز کے تحت 23 شعبے، چار ادارے (انسٹی ٹیوٹس)، دو ذیلی کالجز اور اٹک، راولپنڈی، شیخوپورہ، اوکاڑہ، لاہور، نارووال اور ساہیوال میں قائم سات ملحقہ ادارے شامل ہیں۔ یو وی اے ایس اپنی شاندار تاریخی روایات اور جدید دور کی مسلسل پیشہ ورانہ ترقی کا منفرد امتزاج پیش کرتی ہے۔ ادارے کی مرکزی عمارت، جو تقریباً 100 سال قبل تعمیر کی گئی تھی، آج بھی اس کے تاریخی وقار کی علامت سمجھی جاتی ہے، جبکہ جامعہ اب چھ کیمپسز تک وسعت اختیار کر چکی ہے، جن میں لاہور سٹی کیمپس، راوی کیمپس پتوکی، فیروز پور روڈ پر اوین ریسرچ اینڈ ٹریننگ سینٹر، کالج آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز جھنگ، کے بی سی ایم اے کالج آف ویٹرنری اینڈ اینیمل سائنسز نارووال، اور ضلع لیہ کے علاقے کروڑ لعل عیسن میں قائم پیرا ویٹرنری انسٹی ٹیوٹ شامل ہیں۔ "صلاحیتوں کو ابھارنا، ماہرین تیار کرنا" کے نصب العین کے تحت یو وی اے ایس نے اپنے علم، وسائل اور مہارتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کثیر الجہتی تعلیم اور مہارتوں کی ترقی کے ایک نمایاں ادارے کی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ حالیہ برسوں میں یہ جامعہ ویٹرنری و حیوانی علوم، حیوانی پیداوار و ٹیکنالوجی، بائیوٹیکنالوجی، مائیکرو بائیولوجی، فارماسیوٹیکل سائنسز، فوڈ سائنسز، ماحولیاتی علوم، حیوانیات، معاشیات اور بزنس مینجمنٹ سمیت متعدد شعبوں میں پیشہ ورانہ ترقی کا مرکز بن کر ابھری ہے۔ جامعہ میں 332 سے زائد اساتذہ خدمات انجام دے رہے ہیں، جن میں 186 پی ایچ ڈی ڈگری ہولڈرز شامل ہیں۔ یو وی اے ایس 26 انڈر گریجویٹ، 30 ایم فل اور 23 پی ایچ ڈی پروگرامز پیش کرتی ہے، جبکہ اس کے ساتھ تین ڈپلومہ کورسز اور انسانی وسائل کی استعداد کار بڑھانے کے لیے مختلف مختصر تربیتی اور سرٹیفکیٹ پروگرامز بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔ اس وقت تقریباً 8,000 طلبہ و طالبات جامعہ کے مختلف شعبوں میں زیر تعلیم ہیں۔ جدید ترین تدریسی، تربیتی، تحقیقی، کلینیکل اور تشخیصی سہولیات سے آراستہ یو وی اے ایس تعلیم، تحقیق اور خدمات کے میدان میں پیشہ ورانہ برتری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ ملکی و غیر ملکی تعلیمی و تحقیقی اداروں اور نجی شعبے کے ساتھ شراکت داری کے ذریعے جامعہ عملی تحقیق کو فروغ دیتے ہوئے قومی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ اس وقت یو وی اے ایس کے سائنس دان مختلف شعبوں میں معاشی اہمیت کے حامل 144 تحقیقی منصوبوں پر کام کر رہے ہیں جن کی مجموعی مالیت 1.545 ارب روپے (1545.81 ملین روپے) ہے۔ جامعہ کسانوں، پالتو جانوروں کے مالکان، مقامی آبادی اور صنعت سے وابستہ افراد کو وسیع خدمات فراہم کرتی ہے، جن میں تشخیصی سہولیات، کلینیکل اور توسیعی خدمات، ویکسین کی تیاری، مشاورتی و رہنمائی خدمات، ضوابط اور پالیسی سازی سے متعلق معاونت شامل ہیں۔

تعلیم میں تنقیدی سوچ کی اہمیت

نبیلہ حنیف

تعارف

تعلیم کسی بھی قوم کی ترقی، خوشحالی اور فکری بالیدگی کی بنیاد ہوتی ہے۔ یہ صرف معلومات کے حصول کا نام نہیں بلکہ انسان کی ذہنی، اخلاقی اور عملی صلاحیتوں کو نکھارنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ جدید دور میں جہاں علم کی دنیا ہر لمحہ وسعت اختیار کر رہی ہے، وہاں صرف معلومات کا ذخیرہ کافی نہیں رہ گیا بلکہ ان معلومات کو سمجھنے، پرکھنے، تجزیہ کرنے اور درست نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت بھی ناگزیر ہو چکی ہے۔ یہی صلاحیت "تنقیدی سوچ" کہلاتی ہے۔

تنقیدی سوچ تعلیم کا وہ روشن چراغ ہے جو طالب علم کو اندھی تقلید سے نکال کر شعوری فہم، منطقی استدلال اور حقیقت پسندی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ انسان کو سچ اور جھوٹ، درست اور غلط، مفید اور مضر کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔ آج کے پیچیدہ اور تیزی سے بدلتے ہوئے عالمی ماحول میں تنقیدی سوچ کی اہمیت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے۔

تنقیدی سوچ کا مفہوم

تنقیدی سوچ سے مراد کسی بھی معلومات، خیال، نظریے یا مسئلے کا گہرائی سے جائزہ لینا، اس کے مختلف پہلوؤں کا تجزیہ کرنا اور پھر عقل و منطق کی بنیاد پر کوئی نتیجہ اخذ کرنا ہے۔ تنقیدی سوچ رکھنے والا فرد ہر بات کو بغیر تحقیق قبول نہیں کرتا بلکہ سوال کرتا ہے، دلائل تلاش کرتا ہے اور مختلف آراء کا موازنہ کر کے درست رائے قائم کرتا ہے۔ یہ صلاحیت انسان کو جذباتی فیصلوں کے بجائے معروضی اور عقلی فیصلے کرنے کے قابل بناتی ہے۔ تنقیدی سوچ دراصل سوچنے کا ایک منظم اور سائنسی طریقہ ہے جو انسان کے فکری افق کو وسیع کرتا ہے۔ تعلیم اور تنقیدی سوچ کا باہمی تعلق تعلیم اور تنقیدی سوچ ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اگر تعلیم صرف کتابی معلومات تک محدود ہو تو وہ طالب علم کی ذہنی نشوونما مکمل طور پر نہیں کر سکتی۔ تعلیم کا اصل مقصد ایسے افراد تیار کرنا ہے جو معاشرے کے مسائل کو سمجھ سکیں، نئے خیالات پیدا کر سکیں اور ترقی کے سفر میں موثر کردار ادا کر سکیں۔ تنقیدی سوچ طالب علم کو محض رٹنے کے بجائے سمجھنے، تجزیہ کرنے اور تخلیقی انداز میں سوچنے کی ترغیب دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک اپنے تعلیمی نظام میں تنقیدی سوچ کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں۔ مسئلہ حل کرنے کی صلاحیت میں اضافہ تنقیدی سوچ انسان کو پیچیدہ مسائل کے حل میں مدد دیتی ہے۔ جب طالب علم کسی مسئلے کا سامنا کرتا ہے تو وہ مختلف امکانات کا جائزہ لیتا ہے، شواہد جمع کرتا ہے اور بہترین حل تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے افراد زندگی کے مختلف شعبوں میں زیادہ کامیاب ثابت ہوتے ہیں کیونکہ وہ مشکلات سے گھبرانے کے بجائے ان کا منطقی حل تلاش کرتے ہیں۔ تعلیم میں تنقیدی سوچ کا فروغ طلبہ کو مستقبل کے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے قابل بناتا ہے۔

تخلیقی صلاحیتوں کا فروغ

تنقیدی سوچ اور تخلیقی صلاحیتوں کا گہرا تعلق ہے۔ جب انسان کسی مسئلے کو مختلف زاویوں سے دیکھتا ہے تو اس کے ذہن میں نئے خیالات جنم لیتے ہیں۔ یہی خیالات ایجادات، اختراعات اور معاشرتی ترقی کا سبب بنتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کے عظیم سائنس دان، فلسفی، موجد اور مفکر تنقیدی سوچ کے حامل تھے۔ انہوں نے روایتی تصورات کو چیلنج کیا، نئے سوالات اٹھائے اور انسانیت کے لیے نئی راہیں متعین کیں۔ تحقیق اور سائنسی ترقی میں کردار تحقیق کی بنیاد سوال کرنے اور حقائق کی تلاش پر قائم ہوتی ہے۔ تنقیدی سوچ طالب علم میں تحقیق کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ وہ ہر چیز کی حقیقت جاننے کی کوشش کرتا ہے اور محض سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کرتا۔ سائنسی ترقی بھی تنقیدی سوچ کے بغیر ممکن نہیں۔ سائنس دان مشاہدہ، تجربہ اور تجزیہ کے ذریعے نئی معلومات حاصل کرتے ہیں۔ یہی عمل دنیا میں سائنسی انقلاب اور جدید ٹیکنالوجی کی ترقی کا باعث بنا۔

بہتر فیصلہ سازی

زندگی کے ہر مرحلے پر انسان کو فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ بعض فیصلے ذاتی زندگی سے متعلق ہوتے ہیں جبکہ بعض پورے معاشرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ تنقیدی سوچ انسان کو بہتر فیصلہ سازی کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔ ایسا فرد جذبات یا افواہوں کے زیر اثر آنے کے بجائے حقائق اور دلائل کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہے۔ یہی خوبی کامیاب قیادت اور موثر حکمرانی کی بنیاد بنتی ہے۔

جمہوری اقدار کا فروغ

ایک صحت مند جمہوری معاشرے کے لیے باشعور اور تنقیدی سوچ رکھنے والے شہریوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے افراد مختلف سیاسی، سماجی اور معاشی معاملات کا تجزیہ کر کے اپنی رائے قائم کرتے ہیں۔ وہ کسی بھی نظریے یا شخصیت کی اندھی تقلید نہیں کرتے بلکہ اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس طرح معاشرے میں شعور، برداشت اور ذمہ دارانہ طرزِ فکر کو فروغ ملتا ہے۔

تعصب اور انتہا پسندی کا خاتمہ

تنقیدی سوچ انسان کو تعصب، نفرت اور انتہا پسندی سے دور رکھتی ہے۔ جب افراد مختلف نظریات اور ثقافتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان میں برداشت اور احترام پیدا ہوتا ہے۔

تعلیم میں تنقیدی سوچ کا فروغ

نوجوانوں کو افواہوں، غلط معلومات اور شدت پسندانہ نظریات سے محفوظ رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ معاشرے میں امن، رواداری اور ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔

ڈیجیٹل دور میں تنقیدی سوچ کی ضرورت

آج ہم معلومات کے سیلاب کے دور میں زندگی گزار رہے ہیں۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعے ہر لمحہ بے شمار خبریں اور معلومات ہمارے سامنے آتی ہیں۔ ان میں سے ہر معلومات درست نہیں ہوتی۔ تنقیدی سوچ انسان کو یہ صلاحیت دیتی ہے کہ وہ معلومات کے ذرائع کی جانچ کرے، حقیقت اور افواہ میں فرق کرے اور غلط معلومات کے پھیلاؤ سے بچ سکے۔ ڈیجیٹل دور میں یہ صلاحیت انتہائی اہمیت اختیار کر چکی ہے۔

پاکستان کے تعلیمی نظام میں تنقیدی سوچ کی صورتحال

بدقسمتی سے پاکستان کا تعلیمی نظام زیادہ تر رٹنے اور امتحان میں نمبر حاصل کرنے پر زور دیتا ہے۔ طلبہ کو سوال کرنے، تحقیق کرنے اور آزادانہ سوچنے کے مواقع کم ملتے ہیں۔ نتیجتاً بہت سے طلبہ ڈگری تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن عملی زندگی کے مسائل حل کرنے کی مطلوبہ صلاحیت سے محروم رہتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نصاب، تدریسی طریقوں اور امتحانی نظام میں ایسی اصلاحات کی جائیں جو طلبہ میں تنقیدی سوچ کو فروغ دیں۔ اساتذہ کو بھی جدید تدریسی مہارتوں سے آراستہ کیا جائے تاکہ وہ طلبہ کی فکری صلاحیتوں کو بہتر انداز میں نکھار سکیں۔

تنقیدی سوچ کے فروغ کے لیے اقدامات

تعلیم میں تنقیدی سوچ کو فروغ دینے کے لیے چند اہم اقدامات درج ذیل ہیں:۔ نصاب میں تجزیاتی اور تحقیقی سرگرمیوں کا اضافہ۔ طلبہ کو سوال کرنے اور اظہار خیال کی آزادی دینا۔ گروپ مباحثوں اور علمی مکالموں کا انعقاد۔ عملی تحقیق اور پراجیکٹ بیسڈ لرننگ کو فروغ دینا۔ اساتذہ کی پیشہ ورانہ تربیت۔ امتحانی نظام میں رٹنے کے بجائے فہم اور تجزیے کو اہمیت دینا۔ لائبریریوں اور تحقیقی مراکز کی بہتری۔ مختصراً تنقیدی سوچ تعلیم کا ایک لازمی جزو ہے جو فرد کی ذہنی، فکری اور عملی نشوونما میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ انسان کو حقیقت پسند، بااعتماد، تخلیقی اور ذمہ دار شہری بناتی ہے۔ موجودہ دور کے پیچیدہ مسائل اور تیز رفتار تبدیلیوں کا مقابلہ صرف وہی اقوام کر سکتی ہیں جو اپنے نوجوانوں میں تنقیدی سوچ، تحقیق اور تجزیے کی صلاحیت پیدا کریں۔ پاکستان کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے تعلیمی نظام کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرتے ہوئے تنقیدی سوچ کو فروغ دے۔ جب ہمارے تعلیمی ادارے سوال کرنے، سمجھنے اور تحقیق کرنے کی ثقافت کو اپنائیں گے تو ایک باشعور، ترقی یافتہ اور روشن مستقبل کی بنیاد رکھی جا سکے گی۔ یہی وہ راستہ ہے جو قوموں کو علمی عظمت، معاشی استحکام اور عالمی ترقی کی منزل تک پہنچاتا ہے۔

ایچ ای سی کی جانب سے عالمی سطح پر نمایاں پاکستانی محققین اور سائنسدانوں کے اعزاز میں تقریب

اسٹینفورڈ یونیورسٹی کی گلوبل ٹاپ 2 فیصد سائنسدانوں کی فہرست 2025 اور NRPU گرانٹس 26-2025 کے تحت اعزازات پیش

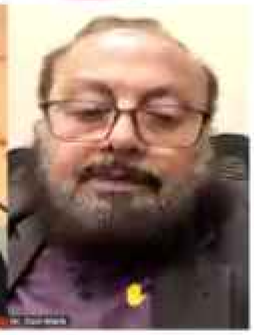

شعبہ ادیان عالم و بین المذاہب ہم آہنگی اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کے زیر اہتمام قومی یکجہتی وانسداد انتہا پسندی کے موضوع پر منعقدہ سیمنار میں پروفیسر ڈاکٹر شیخ شفیق الرحمٰن، ڈاکٹر جمیلہ کوثر اور دیگر شریک ہیں

پنجاب یونیورسٹی کی آل پاکستان ایچ ای سی رسہ کشی مقابلوں میں پہلی پوزیشن پر ڈائریکٹر سپورٹس ڈاکٹر شبیر سرور کو ٹرافی پیش کی جا رہی ہے۔

سپیکر پنجاب اسمبلی ملک محمد احمد خان کو وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد علی پنجاب یونیورسٹی میں مصنوعی ذہانت، سماجی تبدیلی اور سائنسی ترقی کے عنوان پر تیسری بین الاقوامی کانفرنس کے موقع پر سووینئر پیش کر رہے ہیں۔

وائس چانسلر ڈاکٹر شاہد منیر یو ای ٹی سینیٹ کے 41 ویں اجلاس سے خطاب کر رہے ہیں۔

[illegible]

جی سی یونیورسٹی میں مصوری کی نمائش کا افتتاح

فروغ علم اور تعلیمی سرگرمیوں سے آگاہی کے لئے ماہنامہ علمیت لاہور کے خریدار بنیں

گورنر بلوچستان جعفر خان مندوخیل کوئٹہ میں ہائیر ایجوکیشن کمیشن ریجنل سینٹر کا باقاعدہ افتتاح کر رہے ہیں۔ (فوٹو ڈی جی پی آر)

چیئرمین ہائر ایجوکیشن آف پاکستان پروفیسر ڈاکٹر نیاز احمد اختر اور وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد کامران اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں منعقدہ تقریب سے خطاب کر رہے ہیں

آسیان ممالک کے وفد کا وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر محمد علی و دیگر کے ہمراہ پنجاب یونیورسٹی میں آن لائن انٹرنشپ پروگرام کے آغاز کے سلسلے میں منعقدہ تقریب کے موقع پر گروپ فوٹو۔